انسان اور کائنات

ایک دلکش مدلل نظم جس میں "نظریۂ ارتقا" کے متعلق اسلامی موقف کا بیان

ڈارون کی گمراہیوں اور غلطیوں کا راز فاش، اور یورپ سے

مرعوبیت پر رد کیا گیا ہے

از

محمد سراج الحق، سراج مچھلی شہری

سابق لکچرار گورنمنٹ کالج الہ آباد

پرنٹر

نیشنل آرٹ پرنٹرس ۱۷، سرائے گڈھی الہ اباد

طبع ہوا

۱۳۸۸ھ

۱۹۶۸ء

قیمت ۱۰ نئے پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب و تعارف

ستمبر ۱۹۶۷ء میں اردو کی ایک دلکش و بلند پایہ مثنوی "حیات کائنات" نظر سے گزری جس میں ڈارون کے نظریۂ "ارتقا" کو تسلیم کرکے کائنات کا آغاز اور پھر ممالک عالم کی تدریجی و تاریخی ترقیاں بڑی خوبی سے گلزار نسیم کی بحر میں دکھائی گئی ہیں اسے پڑھ کر کچھ خیالات میرے دل میں بھی پیدا ہوئے تو اسی بحر میں اپنے تاثرات نظم کرکے اس کے مصنف ڈاکٹر شمس صاحب عظیم آبادی کے پاس ڈاک کے ذریعہ بھیجدیئے گئے احباب کو اس ناچیز کوشش میں بھی کچھ خوبی اور نفع عام کی توقع نظر آئی تو اس کی اشاعت پر اصرار کرنے لگے اسلئے اب نظر ثانی میں حمد اور بعض دیگر اضافات و ترمیمات کے ساتھ اسے شایع کیا جارہا ہے حضرت شمس کا ذکر اس میں ضمناً ہی ہے ورنہ اس کا اصل موضوع "مغرب کی اندھی تقلید پر رد اور نظریۂ ارتقا" کے متعلق اسلامی موقف کا بتانا ہے۔ شاید اردو میں اس قسم کی یہ پہلی کوشش ہے۔ ترتیب نظم کے بعد یکایک ایک سفر پیش آگیا اور میں مسلسل پانچ ماہ باہر رہا اب اپریل ۱۹۶۸ء میں اسکو پریس میں دے رہا ہوں۔

اپریل ۱۹۶۸ء - الہ آباد

سراج الحق عفی عنہ

حَامِدًا وَّمُثنِیًا لِلّٰہِ تعالیٰ
مُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا عَلَی النَّبِیِّ الکَرِیمِ
مَادِحًا وَّمُبَجِّلاً لِلصَّحَابَۃِ الکِرَامِ
زَاجِرًا وَّمُستَغفِرًا لِلنَّفسِ الدَّنِیَّۃِ

حمد و نعت و منقبت

یارب! ہے تجھی کو حمد زیبا — مالک ہے تو ساری خوبیوں کا
جس نے بھی کوئی کمال پایا — وہ تیری عطا سے ہے خدایا!
انساں میں ہے ایک راز کی بات — اک روشنی جامع الکمالات
یہ ریڈیو، باڈئی خاکی اس کی — قدرت تری بیٹری ہے جس کی
وہ "امر" تری ہی ذات کا ہے — وہ عکس تری صفات کا ہے
یہ سمع و بصر، یہ لمس یہ ذوق — یہ فکر و نظر یہ نطق، یہ شوق
یہ سب ہیں کرامتیں اسی کی — یہ سب ہیں علامتیں اسی کی
یہ ورنہ ہے ایک خاکی پتلا — ہر حسن و کمال سے معرّا!

ق
کرتا ہے جو ذکر و شکر تیرا — اس کے رتبہ کا پوچھنا کیا!
جس میں ترے حسن کا ہو جلوا — جو ہو تری حمد کا ذریعا
ظاہر ہو جب اس سے کوئی خوبی — نسبت بھی کرے وہ تجھ سے اسکی
خوبی اپنی اسے نہ جانے — اسکو بھی تری عطا سے سمجھے

داخل تو مجھے انھیں میں کر دے — عظمت مرے دل میں اپنی بھر دے
اپنے کو نہ دیکھوں تیرے ہوتے — بس جا تو دل و نظر میں میرے
الفت میں تری، نبیؐ کو دیکھوں — تیرے ہی لئے انھیں بھی چاہوں
تونے جنھیں رحم سے، خدایا — خود "رحمتِ عالمیں" بنایا
اصحابؓ۔ ازواجؓ و ذریتؓ کے — خدام میں تو مجھے بنا دے
نفس و شیطان سے بچا کر — ان کی مجھے پس روی عطا کر
چاروں پہ صلوٰۃ اور رحمت — چاروں پہ سلام اور برکت

عہ روح کو امر ربی کہا گیا ہے ۸۵/۱۷ (قرآن)

عہ ازواج اصطلاحاً تعبیر اہل بیت

نامۂ منظوم (مع اضافہ) بحضرت شمس

جو مثنوی آپ نے لکھی ہے — پڑھنے کو مجھے بھی مل گئی ہے
کیا نظم لکھی ہے۔ واہ واہ واہ — تعریف خدا کی۔ خوب واللہ
وہ زورِ قلم، وہ علم بھرپور — ماشاء اللہ و چشم بد دور
وہ دقتِ فکرِ فلسفی بھی — وہ رقتِ حُسنِ شاعری بھی
کیا قوتِ نظم ہے زبردست — شعروں کا کسا ٹھُنکا دروبست
اشعار میں فلسفہ سکھایا — جمع اضداد کر دکھایا
تاریخ سے گہری واقفیت — اجمال کے ساتھ جامعیت
اقوام کے "کچھ رجال" کا ذکر — افراد کے "کچھ کمال" کا ذکر
اعلام کی خاص خاص سیرت — پھر جملہ فنون میں بصیرت
تصنیف نہیں کمال ہے یہ — بلکہ سحرِ حلال ہے یہ
اشعار جو آپ کے پڑھے ہیں — اب کیا کہوں؟ کیا مزے لئے ہیں؟
سائنس میں شعریت بھی موجود — ضعفِ بندش سرے سے مفقود
چٹخارہ محاوروں کا کیا خوب — پھر حُسنِ ادا، بلا کا مرغوب
فن میں تخییل اور محاکات — سچ کہدوں، ہے آپ کی کرامات
ہے ظلم، اگر نہ داد دیجئے — بیجا، جو نہ مدح اس کی کیجئے
دکھلائی جو قادر الکلامی — نظمِ اُردو کے ہو نظامی

پر کیا کروں دین بھی ہے پیارا — اپنا دارین میں سہارا
کچھ عرض بھی کرنا چاہتا ہوں — ہاں پہلے معافی مانگتا ہوں
لکھتا ہوں خلاف، دے کے اب داد — کہہ لیجئے "بد" مجھے۔ میں ہوں شاد
اِک نام ہے دیں کا خیر خواہی[1] — شخصی، ملی، عوامی، شاہی

---

[1] مسلم بروایت تمیم داری "سنو دین، نصیحت ہے اللہ کی۔ اس کی کتاب کی۔ اس کے رسول کی۔ مسلمان بادشاہوں اور پیشواؤں کی۔ اور عام مسلمانوں کی۔ ۱۲

دو باتوں پہ کچھ ٹھٹک گیا ہوں اب خوف و رجا میں لکھ رہا ہوں

(الف) "خُدا" کے متعلق

خالق کو جو آپ نے لکھا ہے میں نے اسے رنج سے پڑھا ہے
"یہ دیکھ کے خود خُدا تھا حیراں پیدا کئے اس نے کیوں یہ انساں
اس نوع کو کیوں فروغ بخشا آباد ہوئے جو دشت و صحرا
کیوں عقل کی روشنی انھیں دی کیوں قدرتِ آگہی انھیں دی
کیوں ان کو یہ طاقتیں عطا کیں کیوں ان کو یہ نعمتیں عطا کیں
چھوٹا مرا مُنھ ضرور۔ لیکن یہ پڑھ کے میں کیوں رہوں کہے بن؟
پچھتایا؟ کہ کیوں بشر بنایا؟ خالق کو بھی کیا "بدا"[لہ] ہوا تھا
توبہ کرو اس سے یار توبہ توبہ۔ توبہ۔ ہزار توبہ
"دہری" کا یہ قول کر گئے نقل ہر نقل کو چاہیئے بھی کچھ عقل
تردید بغیر، قول کافر لکھنا تصدیق کو ہے مُشعِر
حق نے انساں کو جب بنایا پچھتایا کہاں؟ وہ خوش ہوا تھا!
ہاں ہاں انساں! یہی فسادی جاہل۔ خونی۔ گُنہ کا عادی
نائب اپنا اسے بنایا سب سے سجدہ اسے کرایا
ٹوکا تھا مَلَک نے۔ ان کو ڈانٹا "بس۔ چپ۔ کیا جانو تم؟" کہا تھا
بولا "وہ عدو" کہ میں ہوں بہتر پھٹکارا اُسے بہت بگڑ کر

(ب) حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے متعلق

ہاں! اب بندہ نواز سُنئے کیوں عقل کے لغو جال بُنیے
خود نقل صحیح چھوڑیے کیوں؟ اک نصِ صریح چھوڑیے کیوں؟

ص ۱۰ سطر ۲ تا ۵

لہ ایک فرقہ کا مشہور عقیدہ کہ خُدا کو آیندہ حالات کا علم نہیں۔ دیکھو اصول کافی نولکشوری ص۸۶ و ۲۰۴ و ۲۳۲ نیز اساس الاصول ص ۲۱۹ یہ عقیدہ دراصل خُدا کے علام الغیوب ہونے کا بھی انکار ہے اور عقیدہ تقدیر و قضا و قدر کا بھی انکار ہے اس لئے کفر ہے ۱۲۔

یہ کیا لکھا کہ "پہلے انساں — کم عقل، نڈر، خدا سے- حیواں"

"مانیں، جو اصول ڈاروِن کے — انسان بنا ہے ارتقا سے

بندر کے سے چلن تھے، اسکے — چلتا تھا زمیں پہ دست و پا سے

ہمّت کا بلند، ذہن کا تیز — وحشی، بے باک، فتنہ انگیز

آرام تھا کم کہ عقل کم تھی — پر فکر نہ کچھ تھی بیش و کم کی

جنّت کی ہوس، نہ ڈر خُدا کا — آزاد یہ بندۂ خُدا تھا

معبود تھے ماہ وانجم و مہر — تھا ردِ بلائے آسماں، سحر

طوفان کے برق کے خُدا تھے — اُلفت کے خرد کے دیوتا تھے

حضرت آدمؑ کا گو نہیں نام — داخل وہ بھی ہیں۔ لفظ ہیں عام

مانا- یہ تھی ڈاروِن کی تھیوری — تھیوری دیکھی نہ کیوں نبیؐ کی؟

موضوع سہی یہ فلسفی کا — کیا قول ہو "مردِ مذہبی" کا؟

کاش! اس کو تو آپ دیکھ لیتے — قرآن و حدیث کیا ہیں کہتے؟

آخر ہم سب جو ہیں مسلماں — کیوں بھولیں جو کہہ رہا ہے قرآں؟

ان مغربی دہریوں کی باتیں — بے دینوں کی، گُمرہوں کی باتیں

مسلم کیونکر قبول کر لے؟ — اپنے مذہب کو کیسے بھولے؟

یوں لکھتے "ہے ڈاروِن کا سب قول — سُنئے رشتہ انس وجن کا اب قول؟

اُن کو "یدِ حق" نے خود بنایا — وہ جزو نہیں تھے "کُن فکاں" کا

تصریح یہ صاف کہہ رہی ہے — تخلیق ان کی الگ ہوئی ہے

یوں لکھتے تو ڈاروِن کا تریاق — پا لیتا جناب سے یہ آفاق

اپنا ہے یقیں کہ پہلے انسانؑ — جاہل نہ تھے اور نہ تھے وہ حیواں

تہذیب تھی ان میں۔ پارسا تھے — خائف تھے خُدا سے۔ باحیا تھے

کُل نوعِ بشر کے باپ تھے وہ — سب راگ ہیں آج، الاپ تھے وہ

ذی علم، فہیم اور ذکی تھے — وہ صاحبِ وحی تھے نبی تھے

۱۔ ص ۵، ۱۲، ۱۳، ۱۶

۲۔ میں نے بشر کو اپنے ہاتھ سے بنایا- قرآن

اترا حق کا کلام ان پر
رحمت ان پر۔ سلام ان پر
گزرا نہیں ان پہ کوئی لمحا
جب جہل کا اُن پہ پڑتا سایہ
دنیائے بشر میں پہلے تھا علم
پھر دیکھے جہاں نے جہل کے قلم
پردہ ہے جو عقل پہ پڑا ہے
سن علم کا۔ جہل سے بڑا ہے

مغرب سے یہ آپ کیوں ہیں ترساں
کیوں نقل یہ اُن کی ہے یہ میلاں؟
اقوال کا اُن کے پاس کیوں ہے؟
یہ رُعب ہے کیوں؟ ہراس کیوں ہے؟
مرعوب اگر رہا مسلماں
دے گا انھیں کیسے نورِ عرفاں؟
اُن سے مرعوبیت کہاں تک؟
اپنی بھی کہو۔ بنے جہاں تک
یورپ تو ہے آج خود ہی حیراں
اس کو دیجے حدیث و قرآں
سائنس کو کیجئے مسلماں
اللہ سے وہ بھی باندھے پیماں
مسلم سے کہا ہے خود نبیؐ نے
سکھلاؤ جہان کو قرینے
یورپ شاگرد ہے ہمارا
شاگرد کا رُعب ماننا کیا؟
ہم نے اُسے آدمی بنایا
اور حُسنِ معاشرت سکھایا
ہم نے نظم و نسق بتایا
ہم نے طب کا سبق پڑھایا
ہم نے جغرافیہ سکھایا
ہر سمت کا راستہ دکھایا
پیغام آزادی کا سنایا
تاریخ کا فلسفہ سکھایا
الجبر۔ الکیمیا بتایا
احسان ذرا نہیں جتایا
ہاں قرطبہ اندلس کرو یاد
غرناطہ طرابلس کرو یاد
ابنِ رشدؒ اور ابن حیاں
ابن سینا بھی اور بوریحاں
تھا فضلِ خدا جو یاوری پر
چھایا تھا دین زندگی پر
بیٹھی تھی جہاں پہ دھاک اپنی
مانی یورپ نے ساک اپنی

کو ہٹایا

یورپ سے مرعوبیت غلط ہے

لہ ابن رشد و ابن سینا حکما و فلسفی تھے۔ جابر ابن حیان علم طبعیات و کیمیا کا ماہر تھا
ابوریحان بیرونی سیاح و جغرافیہ کا ماہر تھا۔ عہ قلم اور پردے میں لطافت ظاہر ہے۔

اقبال اب اگر چلا گیا ہے — باقی جو ہے دیں تو فکر کیا ہے
انشاء اللہ پھر ابھریں گے ہم — سارے عالم میں چمکیں گے ہم
مسلم کی نہیں یہ شان ہرگز — یورپ کے سامنے ہو عاجز
ان کی بکواس اور وسواس — یوں مان لے جیسے حق کا ہو پاس
"سید" بھی کہے جو ایسی باتیں، — پھر جہل ہے کیا؟ یہ کیسی باتیں؟
اسلام کی اور نسب کی، ساری — "سید" پہ ہے دوہری ذمہ داری
ہم جسم، دل و دماغ ہیں آپ — ملی چشم و چراغ ہیں آپ

ہاں ہاں حکمت[1] ہے مالِ مسلم — ہے گم شدہ یہ کمالِ مسلم
جس جا بھی ہو حق ضرور لیجئے — دل جہل کا شق، ضرور کیجئے
لیکن یہ تو غضب نہ کیجئے — اچھا بُرا، ہضم سب ہی کیجئے
جس میں دینی ضرر نہیں تھا — وہ لیتے تو کچھ بھی ڈر نہیں تھا

سائنس اور اسلام

سائنس ہے کیا؟ حقائق کون؟ — دین اور سائنس میں نہیں یوں
ہے "علم کونیات" سائنس — "انسانی تجربات" سائنس
پہچان لے عقل اگر خدا کو — سائنس اور دیں میں جنگ کیوں ہو؟
سائنس اگر ہے علم تکوین — علم تشریع کو — کہو دین
ہے دین میں کیا؟ خدا کے احکام — سائنس میں کیا؟ خدا ہی کے کام
کام اور احکام میں بھی ہے ربط — سمجھیں وہ اسے۔ نہ جن کو ہو خبط
کاموں میں جو ہے بڑی "سہولت" — احکام میں بھی "وہی سہولت"
سائنس خدا کو ہے بتاتی — انکار خدا نہیں سکھاتی
جھگڑے اُٹھتے ہیں دہریوں سے — خلاقِ جہاں کے منکروں سے
جس نے اُس رب سے کی بغاوت — اس پر چھا جاتی ہے غباوت[2]

---

۱ ترمذی بروایت ابو ہریرہ رض ۲ بغاوت اور غباوت میں قلب بعض ہے۔

رب کا انکار! سخت حیرت | وہ رب جو یہ سب دکھائے قدرت
پانی پہ بچھایا فرشِ خاکی، | کان اِک زر و سیم کی غذا کی
پھر ٹھونک دی میخ کوہ اس پر | ہلنے نہ لگے ہمیں وہ لے کر
چھت چرخ کی بے ستوں بنائی | قندیلِ مہر و مہ جلائی
بھونڈی لکڑی میں سبز پتے | ان میں پھل پھول آگ جیسے
کالی بلبل۔ حسین نغما | پھل سبز تو سُرخ اس کا گودا
نطفہ میں بنائی شکلِ انساں | ان صنعتوں پر ہے عقل حیراں

جو علم میں جانتا نہیں تھا | اس میں مجھے بولنا نہیں تھا
سائنس نہیں پڑھی ہے میں نے | ہاں غور ہی سعی کی ہے میں نے
ہیں شکر خدا کہ ہوں مسلماں | مرکز ہے مرا حدیث و قرآں
تابع مری عقل دین کی ہے | رہ مجھ پہ کھلی یقین کی ہے
یہ سب جو کچھ میں لکھ رہا ہوں | بس قدرتِ حق سمجھ رہا ہوں
گونگے میں نطق کی یہ قوت! | اللہ کا فضل اور عنایت
ناقص ہی عمل[عہ] قبول کر کے | انجانے درِ علوم کھولے

ڈارون کے نظریہ پر پہلا اعتراض

ہاں! اب یہ ذرا جناب سُنئے | ناخوش ہی سہی جو سر نہ دُھنئے
تردید بغیر، یہ جو لکھا | اس پر ہے مجھے بڑا اچنبھا
"مانیں جو اصول ڈارون کے | انسان بنا ہے ارتقا سے" ص ۱۵
کیوں مانے ڈارون کی تھیوری | اشکال ہے اس میں ایک یہ بھی
"بشراً[لہ] مِن طِین" ہے اپنا ایماں | کیوں "طیں" سے قرد۔ قرد سے انسان؟
یہ طین و بشر میں فاصلہ کیوں؟ | یہ قرد سے ہے معاملہ کیوں؟

لہ قرآن سورہ ص ختم۔ مطلب یہ کہ مٹی تبدیل ہو کر پہلے ہی مرحلہ پر بشر بن جائیگا نہ یہ کہ مٹی سے پہلے کیڑا پھر مینڈک پھر بندر وغیرہ بن کر پھر انسان۔ غرض یہ نظریہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

عہ حدیث ہے جو اپنے علم پر عمل کرے اللہ اسے غیر معلوم کا علم بھی دے دیتا ہے۔

انسان کہاں؟ کہاں یہ لنگور
دونوں میں ہے فاصلہ بہت دور

سُنئے ترتیبِ آفرینش[۱]
واقف اس سے ہیں اہلِ بینش

پانی[۱] سے ہوئی بنائے عالم
پھر سات فلک بنے بہ حکم

پھر روح اور تارے بعد ان کے
"مَا بَیۡنَہُمَا" کے سب فرشتے

پھر کوہ و زمیں بنے جہاں میں
پھر سب حیوان اور غذائیں

کیڑے۔ مینڈک۔ وہ قرد و لنگور
بن مانس، شیر۔ مار اور مور

جب بن چکا سب تماشا خانہ
تب جن کا شروع تھا زمانہ

جب جن کا بھی خاتمہ ہوا ہے
تب دہر میں یہ بشر بنا ہے

قرد اور انساں کے درمیاں، جن
قرآں میں ہے۔ اس کا رد تو ہے سن

اب تھیوری میں کیا دھرا ہے؟ بولو
کیوں جہل کا اپنے پردہ کھولو

جن کا ہو یہ ارتقا تو ہاں ٹھیک!
پر قرد و بشر میں یہ کہاں ٹھیک؟

(انسان) (ارتقا)

دوسرا اعتراض

بندر سے نہیں بنا ہے انساں
جو قرد اسے کہے وہ ناداں

بندر سے اگر بشر یہ بنتا،
اِک سانچہ کو مٹنا چاہئے تھا

سانچے دونوں ہیں کیوں جہاں میں؟
دو نام الگ ہیں کیوں زباں میں؟

جب شکل بدل رہی ہے ہر شے
پھر یہ بندر جہاں میں کیوں ہے؟

یہ ہو تو ہے شک "سبھی ہوں بندر"
کچھ وہم کی حد ہے؟ ربِّ اکبر

یا یہ ہو کہ کچھ بنے ہوں انساں
باقی پھرتے ہیں سب پریشاں

انساں پہ یہ ارتقا رکا کیوں؟
یہ بھی کسی رُخ نہیں جُھکا کیوں؟

تیسرا اعتراض

آدم[ؑ] انساں تھے ابتدا سے
یعنی نہ تھے فیضِ ارتقا سے

مینڈک، بندر ہو یا ہو نسناس[۲]
سب ہی سے الگ تھا ان کا سانچا

[۱] دیکھو آیات: "وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ" اور "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" ۱۲ [۲] نسناس کی ترمیم

ہر چیز کا حال بھی یہی ہے
تخموں کی اُٹھان اپنی ہی ہے

وہ ہر شئے کی صلاحیت الگ ہے
صورت نئی ماہیت الگ ہے

تخم بندر، بنیگا بندر
پیدا سگ و خر سے ہیں سگ و خر

املی کا ہو بیج اور پھل آم
قائل جو ہو اس کا۔ اُس کا کیا نام؟

گر نورِ خرد بجھا نہیں ہے
بندر سے بشر بنا نہیں ہے

علم ہے۔ دل لگی نہیں ہے
تخمین کی یہ گلی نہیں ہے

مشکل کا حل ارتقا نہیں ہے
دردِ سر ہے شفا نہیں ہے

چوتھا اعتراض

گر رحم میں اِک بشر کا بچّا
اطوار سبعہ[۱] سے ہے گزرا

یا بچہ چلا جو دست و پا سے
کیا مَس اِسے "اس کے ارتقا سے"

جاہل کو ذرا پتہ نہیں ہے
یکسانی تو ارتقا نہیں ہے

دو چیزیں جو ملتی جلتی دیکھو
کیوں ایک کو دوسری سے مانو؟

کیوں کہدو "کھجور، تاڑ سے ہے؟"
لوہا کالے پہاڑ سے ہے

کیوں سمجھو "تھا شیر پہلے بلّی"
چوہے کا ہے ارتقا گلہری

مُرغی کو کہو "کبوتری تھی"
یا مور تھا پہلے چینی مُرغی"

پڑھ کر ان جیسے نظریوں کو
"لَا حَوْلَ وَلَا" پڑھونگا میں تو

یہ "قدرتِ خلق" کی ہے تحدید
کفر و انکارِ حق کی تمہید

ہے حق تو "بِکُلِّ خَلْقٍ عَالِمٌ"[۲]
منکر اس کا بنا ہے ظالم

کہتا ہے کہ "مادہ بنایا
بس اُس سے ہی یہ جہاں سجایا

چیزیں نہ بنا سکا وہ ہر رنگ
سانچوں کا خزانہ اس کا ہے تنگ

ویسا بھی جو ہوتا تب یہ کہتے"
اُس وقت یہ اعتراض کرتے

۱؎ انسان سات طور سے گزرتا ہے۔ سُلالہ۔ نُطفہ۔ علقہ۔ مضغہ۔ عظام۔ لحم خلق آخر=

۲؎ سورہ یٰس = وہ خدا تو ہر طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

"ہاں! گیس تو مادہ میں بھردی! — تازہ خلقت ہی کیوں نہ کردی"؟
تخلیق الگ، ارتقا جُدا ہے — فعّال ان دونوں کا خُدا ہے
بَیْ نام کا ایک کالا بچا — وہ ہو کے جواں بھی بَیْ رہے گا
وہ گرچہ بدل رہا ہے ہر آن — چہرہ مُہرہ ہے اس کی پہچان
بس یہ تو ہے طور ارتقا کا — قالب بدلا۔ نہ نام بدلا
پھر فَق ہوا گورا بچہ پیدا — قالب بھی نام بھی ہے بدلا
یہ خلق ہے۔ ارتقا نہیں ہے — پیچیدہ یہ نظریا نہیں ہے
یہ فرق ہے خلق و ارتقا میں — بھٹکا پھرا ڈارون عما[1] میں

ارتقا اور عزت نفس

کیوں مانیے ڈارون کی تھیوری؟ — یہ جہل کی چار[2] دن کی تھیوری
کیوں کُفر کی رہ کی خاک چھانیں؟ — "تخلیق[3] خصوصی" کیوں نہ مانیں
ہو قول جو ڈارون کا تسلیم — "مسجودِ مَلَک" کی ختم تکریم
جب ذہن میں "بوزنا" رہے گا — انسان کا فخر کیا رہے گا؟
کیوں کسب کرے گا وہ فضائل — کیوں چھوڑے گا "بوزنی خصائل"
مورث کہے قِرد کو بشر بھی — غیرت بھی ہے شرم کا اثر بھی
کیا اُس کی وہ کر سکے گا عظمت؟ — کیا رکھے گا اُس سے "نسلی الفت"؟
یہ موت ہے عقل آدمی کی — مانے حیواں کو اصل اپنی
مینڈک کا بدن، بشر کی ہو روح — یہ سوچ کے "روحِ ذوق" مجروح
بندر کا بشر میں ہو تاثر — کیسا مکروہ ہے تصوّر!
قائل جو ہے ڈارون اسی کا — مینڈک بندر وہ خود ہی ہوگا!
ہم اِنس، وہ قِرد بے حمیت — "فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت"

[1] اندھاپن۔ [2] بانیٔ نظریہ ارتقا ڈارون ۱۸۰۵ء سے ۱۸۷۵ء تک گزرا ہے۔
[3] کُتب عبرانی میں فلاسفہ قدیم نے تخلیق انسانی کو "اسپشل کری ایشن" کا نام دیا ہے۔

ہم۔ شکر ہے۔ بوزنا نہیں ہیں | ہم صدقۂ ارتقا نہیں ہیں
ہم ہو کے ذکی، غبی بنیں کیوں؟ | گمراہوں کے مقتدی بنیں کیوں؟
ہم عالم و مقتدائے عالم | ہم نورِ جہاں ضیائے عالم
ہیں آخری خلق ہم خدا کی | "شہکار" اُس کے قسم خدا کی

انسان کی عظمتِ شان

کیا جانے وہ ڈارون[1] کا بچا | بندر سے بشر کو ننگ ہے کیا؟
خالق نے بشر کو کیا بنایا؟ | کیا تاجِ شرف اسے پنھایا؟
کیا راز ہے خلقتِ بشر میں؟ | کیا نور ہے صورتِ بشر میں؟
ہے خلقتِ خاصِ ربِّ اکبر | انسان ہے اک "جہانِ اصغر"
انسان ہے اشرف الخلائق | ہے بلکہ یہ جامع[2] الحقائق
ہے وصفِ جماد بھی بشر میں | ہے وصفِ نبات بھی بشر میں
وصفِ حیوان بھی ہے اس میں | اشرف اک جان بھی ہے اس میں
"تقویمِ[3] احسن" بشر کا سانچا | اس پر ملکوتیت کا غازا
اس کو تو یہ چاہئے تھا کہنا | "انسان ہے ارتقا سبھوں کا"
اس کو حیوانِ عام کہنا | بندر۔ لنگور۔ توبہ۔ توبا
یہ خاکی تو ہے ملک سے اعلا | پرتو ہے صفات ہیں خدا کا
وحی اور امانتوں کا حامل | اس کو قرب و حضور حاصل
گر حق کا خلیل ہے تو یہ ہے | محبوبِ جلیل ہے تو یہ ہے
سب پر نائب یہ تھا خدا کا | لی سب کی "سلامی" جس نے یہ تھا
ظاہر میں بشر ہے ہیچ سا ہے | باطن میں خدا ہی جانے کیا ہے؟

[1] کنایہ ہے معنی حقیقی بھی صحیح ہیں کیونکہ بانیٔ نظریہ کے باپ کا نام بھی ڈارون تھا اور معنی مجازی بھی درست بمعنی مردود۔ [2] حضرات صوفیہ انسان کو عالم اصغر کہتے ہیں اس کے اندر تمام کائنات کے اوصاف موجود ہیں۔ [3] قرآن میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم

بس مظہرِ ذاتِ کبریا ہے — "مخلوق[1] بہ صورتِ خدا ہے"

ڈاروِن کی چوریاں اور غلطیاں

سب نے سُنا اُس کے نظریہ کو — لیکن یہ خبر نہیں کسی کو
کیا اُس کا ہے طبع زاد یہ قول — کب سے ہوا اس کو یاد یہ قول
یہ قول اُس نے لیا کہاں سے — اب مجھ سے سُنو تم اس کے جہاں سے
رُومی[2] نے بھی اس پہ کچھ ہے لکھا — ہے ابن یمین کا بھی قطعہ
ماخذ ہوں گے یہ ڈاروِن کے — اک اور مگر ہے بڑھ کے ان سے
اسلام میں ایک تھا مفکر — دانا و حکیم اور مبصر
نام اس کا تھا مسکویہ مشہور — چوتھی صدی کا وزیر و دستور
"خلقِ انواع" ہیں ہے اُس کا — اِک نظریہ نادر اور اعلا
اس کی بھی ہے ارتقا کی تھیوری — لیکن وہ ہے چیز ہی نرالی
سُن گُن کہیں ڈاروِن نے پائی — یہ بات وہیں سے ہے اُڑائی
اس چوری کو ہے مگر چُھپاتا — اس تھیوری کو اپنی ہے بتاتا
"ہلدی کی جو ایک گانٹھ پائی — "بندر" نے بھی اِک دُکاں لگائی
تہہ تک تو نہیں پہنچ سکا وہ — لیکن جتنا سمجھ سکا وہ
اُتنے ہی پہ وہ اُبل پڑا ہے — "راہ تخمیں" پہ چل پڑا ہے
کم ظرفوں کا ہے یہی وطیرہ — دانش صفر۔ ادّعا میں خیرہ
دولت، مُنعم کی یہ چُرائیں — احساں، مُحسن کا یہ مٹائیں
یہ چیز تھی خود ہمارے گھر کی — یہ بھیک تھی خود ہمارے دَر کی
لیکن ہم کو خبر نہیں ہے — پھر زور بھی چور پر نہیں ہے

[1] یہ حدیث ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا" اس سے وحشت نہ چاہیئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا بصورتِ مخلوق ہے، تو وہ البتہ کفر اور قابلِ وحشت ہے [2] مثنوی میں ہے ؎ آمدہ اوّل بہ اقلیمِ جماد :. وز جمادی در نباتی اوفتاد الخ پھر ابن یمین نے ۵ شعروں کا قطعہ کہا پہلا شعر یہ ہے ؎ از دم انکتم عدم خیمہ بہ صحرائے وجود = از جمادی قیتباتی سفرے کردم درنت الخ

ڈارون کی جو ہو چچوری ہڈی — جو لے اُسے۔ ہے وہی پھسڈی

اب سُنیے کہ مِسکویہ نے کیا — اپنے نظریہ میں ہے لکھا
جو کچھ میں اسے سمجھ سکا ہوں — اپنے لفظوں میں لکھ رہا ہوں
کہتا ہے یہ مِسکویہ اس میں — "دُنیا میں ہیں بے حساب چیزیں
ہر چیز کی نوع ہی الگ ہے — قالب بھی نام بھی الگ ہے
پیدائش و ماہیت جُدا ہے — خوراک اور خاصیت جُدا ہے
تدریج اشیا میں اور تسلسُل — اقسام میں ان کے تھی تفاضُل
مع قسم، جہاں پہ ختم تھی نَوع — پیدا تھی وہیں سے دوسری نوع
دو نوعوں میں پھر ہے اِک توصُّل — اِک شاہدِ صُنعِ قادرِ الکل
برزخ وہ دونوں نوعوں کا ہے — سیڑھی کی طرح یہ ارتقا ہے
نوعوں میں تو یعنی ارتقا ہے — "قلبِ[1] اشیا" نہیں ہوا ہے
وہ نوعوں میں ارتقا کا قائل — خِلقت میں جُدا جُدا کا قائل

اب سُنیے خطائیں ڈارون کی — بے سمجھے ہی ایک بات لکھ دی
چوری[2] بھی کی اور اُسے چھپایا — اِحسان[3] کو خاک میں ملایا
مُنکر[4] بنا قدرتِ خُدا کا — ہے "خلق" کو ارتقا[5] سمجھتا
ہر چیز[6] میں وہ عدو خُدا کا، — قائل بنا "قلب و ارتقا" کا
انسان[7] کے ہے شرف کا منکر — پھر عزّتِ[8] نفس کا بھی مُنکر
لغزش اِک اس کی ہے "شباہت"[9] — دھوکا کھا کر یہ کی حماقت
بچّہ کو بکیّاں چلتے دیکھا — بس کہہ دیا "یہ بھی بوزنا تھا"
یورپ میں ہے یہ بلا بہت عام — جس کو جو چاہیں دھرتے ہیں نام
"ری سرچ" کا اُن کے گُر یہی ہے — ہیں اُن کی کتابیں پُر اسی سے

---

[1] قلب اشیا یعنی ایک چیز کا بدل کر دوسری چیز بن جانا (مینڈک کا بندر یا بندر سے انسان بن جانا) ڈارون کے یہاں تو ہے مسکویہ کے یہاں نہیں ہے۔

دھری دی یہ تہمت ان سمجھوں نے[1] "کی نقل نصاریٰ صوفیوں نے"

اظہارِ کتاب و خاتمہ

کچھ روشنی دیں کی تھی جو پائی
میں نے بھی ہے اِک کتاب لکھی

تاریخِ شروعِ آفرینش
لکھی ہے برائے اہلِ بینش

کس طرح ہوا قیامِ عالم
حیواں بنے کب؟ بنے کب آدم؟

آیات بھی لی ہیں اور روایات
مانیں نہیں مغربی خرافات

اُس کا اِک نسخہ بھیجتا ہوں
ہیں داد میں دید چاہتا ہوں

بیمارِ خرد کا دیکھو پیتا
"نسخہ" (ایہام) ہے "ڈاکٹر" کو دیتا

اے کاش اِسے جناب پڑھ لیں
مجھ پہ احساں ہیں سب سے بڑھ لیں

آجائے پسند۔ واہ رے ہیں
مقبول نہ ہو تو آہ رے ہیں

سُنئے آخر میں بات اِک خاص
تحریر کا ہے سبب بس اخلاص

مقصود مناظرہ نہیں ہے
پھر عزمِ مُجادبہ نہیں ہے

باتوں کا مِری بُرا نہ مانیں
تقریظ اسے بھی ایک جانیں

ہاں ہاں مجھ میں نہیں تحمّل
اسلامی اخلاق اور تحمّل

تسلیم مجھے کہ میں ہوں جاہل
کم حوصلہ اور اولڈ ماڈل

اوروں کو ہو حوصلہ مبارک
مجھ کو حق کی رضا (دقیانوسی) مبارک

اغلاط مِری معاف کیجے
دل میری طرف سے صاف کیجے

میں کیا؟ مرا علم و فہم کیا ہے؟
لکھنا مرا[3] قدرتِ خدا ہے

تم شمسؔ ہو اور سراجؔ[2] ہوں میں
کم علموں کے سر کا تاج ہوں میں

---

[1] پروفیسر نکلسن کی اُپج یہ ہے کہ مسلم صوفیہ دراصل عیسائی صوفیہ کے شاگرد اور ان سے متاثر ہیں لاحول ولا ۱۲ ـ [2] قرآن میں ہے "وَجَعَلْنَا الشَّمْسَ سِرَاجًا"۔ اسی مناسبت سے ایک لطیفہ پیدا کیا گیا ہے۔ [3] تاریخ قیامِ عالم۔